اسلام اور ہمارا قانونی نظام

عبد القادر عودہ شہید

(۴)

شہری آزادیوں سے محرومی اسی طرح امپیریلسٹ طاقتوں کے اشارے پر ہماری حکومتیں نقل و حرکت، اجتماع اور تحریر پر پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک میں جانے پر چند در چند پابندیاں عائد ہیں، بلکہ ایک ہی ملک میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا دشوار ہے۔ مثلاً مصر سے سوڈان جانا یا شمالی سوڈان سے جنوبی سوڈان جانا آسان کام نہیں ہے۔ جلسے، جلوس، پریس، مطبوعات اور تنظیمات کی تشکیل کے بارے میں اب تک وہی قوانین چل رہے ہیں جو مدتوں پہلے اجنبی فرمانرواؤں کے مفادات کو سامنے رکھ کر بنائے گئے تھے، اور جن کے ذریعے سے قوم کو حریت و مساوات سے محروم کر کے غلامی کے شکنجے میں جکڑ دیا گیا تھا۔ اسلحہ کے بارے میں یہاں اس طرح کے قوانین نافذ ہیں جن کی بنا پر اسلحہ کی خرید و فروخت، ان کے رکھنے اور استعمال کرنے پر طرح طرح کی پابندیاں لگادی گئی ہیں۔ اس کا مقصد اور نتیجہ سوا اس کے اور کیا ہے کہ ہم نہتے، کمزور اور اسلحہ کے استعمال سے بے خبر رہیں حالانکہ دشمن کے خلاف جہاد کرنا اور اس سے لڑ کر اُسے اپنے وطن سے نکال باہر کرنا ہم پر فرض ہے۔

یہ ہیں وہ اصول فاسدہ جن پر ہمارے قانون کی بنیاد استوار کی گئی ہے اور جن پر اصول صالحہ کو قربان کر دیا گیا ہے۔ ان سے ہماری دنیا بھی بگڑ رہی ہے اور عاقبت بھی خراب ہو رہی ہے۔ ان سے شر، فتنہ اور فساد پروان چڑھ رہا ہے۔ فقر، فاقہ، غلامی اور رسوائی چار سو پھیل رہی ہے۔ یہ ہمارے قوانین نہیں ہیں، ہمارے دشمنوں کے قوانین ہیں۔ یہ طوق و سلاسل ہیں جن کی مدد سے اغیار نے ہمیں مقید کر رکھا ہے۔ یہ ہماری کتنی بڑی بدبختی ہے کہ بغیر کسی جائز اور صحیح نسبت کے انہیں ہماری طرف

منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ قوانین ہمیں کفر و فقر کی آغوش میں دھکیل رہے ہیں اور ہماری قومی تباہی اور انتشار کا موجب بن رہے ہیں۔

قانون کو غلبہ و تسلط کب حاصل ہوتا ہے؟ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ معنوی اور حقیقی اعتبار سے قانون ایک ایسی ضرورت ہے جس سے جماعت کو مفر نہیں ہے۔ قانون کے بل پر ہی معاشروں کی تنظیم، مظالم کا انسداد اور حقوق کا تحفظ عمل میں لایا جاتا ہے۔ قانون ہی کی وساطت سے اجتماعی عدل و انصاف کا قیام ممکن ہوتا ہے اور اقوام عالم کی رسائی خیر و کمال کی منزل تک ہوتی ہے۔ ان اعلیٰ اور اشرف مقاصد کے حصول کی خاطر یہ امر ناگزیر ہوتا ہے کہ قانون کو باقاعدہ اور تحریری متون، دفعات اور الفاظ کے سانچے میں ڈھالا جائے تاکہ روح قانون تحریف، انحراف اور نسیان کا شکار نہ ہونے پائے۔ گویا کہ قانونی نظام کے بھی جسمانی نظام کی طرح دو پہلو ہیں۔ ایک اس کی روح ہے اور ایک اس کا جسم ہے۔ قانون کے اندر جو معنویت کارفرما ہوتی ہے اور جو افراد قوم سے اپنے غلبے اور اپنی بالادستی کو تسلیم کراتی ہے وہ در حقیقت روح قانون ہے اور الفاظ کا جامہ جو قانون کو پہنایا جاتا ہے وہ گویا کہ جسدِ قانون ہے۔ جس قانونی ڈھانچے کو دل و دماغ پر معنوی اور باطنی غلبہ و اقتدار حاصل نہ ہو وہ ایک مردہ اور بے روح جسم کی مانند ہے۔ تحریری انضباط اور کاغذ پر لکھے جانے کے باوجود اس قانون کی قدر و قیمت اس کاغذ کے برابر بھی نہیں جس پر یہ لکھا گیا ہے۔ قانون کی صلاحیت و افادیت کا اصل انحصار اسی غلبہ و گرفت پر ہے۔ یہ گرفت جتنی قوی ہوگی قانون بھی اتنا ہی طاقتور ہوگا اور یہ گرفت جتنی کمزور اور ڈھیلی ہوگی قانون بھی اتنا ہی ضعیف اور بودا ہوگا۔

اس غلبہ و تسلط کو وجود میں لانے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے دو اسباب کی کارفرمائی ضروری ہے۔ پہلا سبب خالص روحانی اور اخلاقی نوعیت رکھتا ہے اور یہ قانون کی تقدیس و احترام کا وہ جذبہ ہے جو قانون کی اطاعت کرنے والوں کے قلوب میں جاگزیں ہوتا ہے۔ اس جذبے کا ہی یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ قانون کے سامنے سر ہی نہیں بلکہ دل بھی جھک جاتے ہیں۔ جہاں یہ جذبہ موجود ہوتا ہے وہاں قانون کی پیروی مارے باندھے اور کسمساتے ہوئے نہیں کی جاتی، بلکہ اس کا استقبال پوری خوش دلی اور نفس کی

آمادگی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کو گناہ اور اخلاقی جرم خیال کیا جاتا ہے۔ یہ پسندیدہ صورت حال اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ قانون کی بنیاد ایسے عقائد پر نہ رکھی جائے جن پر عوام الناس کا ایمان ہو یا ایسے اصول و مبادی پر نہ رکھی جائے جن کا اکرام و احترام لوگوں کے دلوں میں موجود ہو۔

قانون کے غلبہ و تسلط کا دوسرا باعث وہ جبر و اکراہ ہے جو نفاذِ قانون کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ در حقیقت ایک خارجی عنصر ہے جو اپنی کارفرمائی کے لیے قانون سازوں اور حکمرانوں کے وجود کا محتاج ہے۔ اس میں وہ سزائیں، تعزیرات اور جرمانے وغیرہ بھی شامل ہیں جو قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر عائد کیے جاتے ہیں۔

قانون کی اقسام اس طرح کے غلبہ و تسلط کے نقطۂ نظر سے اگر دنیا کے قانونی نظاموں پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں کئی قسم کے مجموعہ ہائے قوانین نظر آتے ہیں۔ ایک قسم کے قوانین وہ ہیں جن کے حق میں باطنی اور ظاہری، روحانی اور مادی دونوں قسم کی بالادستی کے اسباب کام کرتے ہیں۔ قوانین کی یہ قسم اپنے اندر نفاذ و انفاذ کی بہترین صلاحیت رکھتی ہے اور معاشرے پر اس کی گرفت نہایت مضبوط ہوتی اس طرح کا قانون چونکہ عوام کے دل کی آواز ہوتا ہے اور ان کے عقائد و نظریات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے اس لیے خارجی دنیا کے ساتھ ساتھ دلوں کی دنیا میں بھی اسی کا سکہ چلتا ہے۔ اس طرح ظاہر اور باطن میں کامل یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قانون بھی ہم سے انہی امور کا تقاضا کرتا ہے جن امور کا تقاضا ہمارے دینی و اخلاقی معتقدات کرتے ہیں۔ خلوت ہو یا جلوت، تنگی ہو یا آسانی، اس طرح کے قوانین کی بہرحال اطاعت کی جاتی ہے، اور پورے شرح صدر کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اگر ہم ان قوانین کے متقضیات کو پورا کرتے ہیں تو ہمیں دلی اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اگر ہم سے ان کی خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے تو ضمیر ہمیں ملامت کرتا ہے۔

اس قسم کے قوانین کی بہترین مثال شریعتِ اسلامی کے قوانین ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ بعض انسان کے وضع کردہ قوانین بھی اس شمار میں آ سکتے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی قوانین اور خدائی قوانین میں بعض دوسرے بنیادی اختلافات موجود ہیں۔

انسانی قوانین اور الٰہی قوانین قوانینِ شرعیہ کا اوّلین اور مابہ الامتیاز پہلو یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک روحانی برتری اور تقدس کا ایک عنصر وابستہ ہے جو انسانوں کے وضع کردہ کسی بھی مجموعۂ قانون کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت کا ہر قانون اسلامی تعلیمات کے کسی نہ کسی کلیّے یا جزیئے پر مبنی ہے۔ اسلام ہر مسلمان کے لیے واجب قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے اخلاق، عادات، آداب، معاملات، تعلقات، غرضیکہ ہر قول و فعل کو خالص اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالے۔ قوانینِ شریعت مسلمانوں کے عقیدہ و ایمان سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور ان کے قلوب بھی اس قانون کی سطوت اور فرمانروائی کی زد میں ہیں۔ انسانی قوانین کا یہ عالم ہے کہ اگر ان میں سے ایک آدھ قانون کی بنیاد دین و اخلاق پر ہو بھی تو اس کے مقابلے میں سیکڑوں قوانین ایسے ہوتے ہیں جن کی بنیاد حکام اور مقننین کی خواہشات و اغراض پر ہوتی ہے۔ یہ امر باخبر حضرات سے مخفی نہیں ہے کہ یورپ کے سارے قوانین کا اصل ماخذ رومن لا ہے۔ اہل یورپ کے مسیحیت قبول کرنے سے بہت پہلے رومن لا وجود میں آ کر اپنی ترقی کے بیشتر مدارج طے کر چکا تھا۔ علاوہ ازیں جب عیسائیت کو عروج نصیب ہوا تو وہ موسوی شریعت کو ترک کر چکی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین کا کوئی صحیح اور نمایاں اثر قانون پر نہ پڑ سکا۔ ضابطۂ قانون کے ساتھ برائے نام چند ضمیمے شامل کر دیے گئے جن کا حاصل صرف یہ تھا کہ دین کا نام لیا جاتا رہے اور حکومتیں اس کے نام لیواؤں کے لیے کچھ سہولتیں مہیا کرتی رہیں۔

شرعی قوانین کی خصوصیات قوانینِ شرعیہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان کا اصل مقصود اخلاقِ فاضلہ کی حمایت و حفاظت ہے۔ شریعت اس مقصد کے لیے اتنا اہتمام کرتی ہے کہ وہ اخلاقی اقدار میں سے ایک ایک قدر کو پامالی سے بچاتی ہے اور جس شے کا ادنیٰ تعلق بھی اخلاقیات سے ہو، اس کے معاملے میں شریعت کا قانون فوراً حرکت میں آ جاتا ہے۔ لیکن انسانی قوانین کو اخلاقیات سے کوئی خاص شغف اور دلچسپی نہیں ہے۔ جب تک کسی شخص کی بداخلاقی کا نمایاں اور محسوس ضرر دوسرے افراد تک متعدی نہیں ہوتا، جب تک "امنِ عامہ اور نظمِ حکومت" میں کوئی خلل پڑتا نظر نہیں آتا، اس وقت تک قانون انفرادی اعمال کو خاموش تماشائی بلکہ محافظ بن کر دیکھتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر

قوانینِ مروجہ کی نگاہ میں زنا صرف اسی حالت میں جرم اور قابلِ گرفت و دست اندازی ہے جبکہ طرفین میں سے ایک دوسرے پر جبر کرے۔ گویا کہ اصل جرم زنا نہیں بلکہ جبر و اکراہ ہے۔ جس طرح زبردستی کسی کے مال پر ہاتھ ڈالنا جرم ہے اُسی طرح زبردستی اُس کی آبرو پر دست درازی بھی جرم ہے۔ لیکن باہمی رضامندی سے جس طرح ایک کا مال دوسرے کے لیے جائز ہو جاتا ہے اسی طرح گویا قانون کی نظر میں فریقین کی رضامندی سے ایک کی عصمت بھی دوسرے پر حلال ہو جاتی ہے۔ اس باہمی رضامندی کی شکل میں قانون زنا کا حامی اور محافظ بن جاتا ہے اور اگر کوئی تیسرا مداخلت کر کے اس فعل کو روکنا چاہے تو قانون اُسے دھر لیتا ہے۔ لیکن شریعت اسلامیہ کی رُو سے زنا ہر حالت اور ہر صورت میں حرام اور ناجائز ہے۔ کیونکہ شریعت کی نگاہ میں یہ ایک ایسا جرم ہے جو اخلاق کی جڑ کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور جب اخلاق میں فساد رونما ہو جائے تو پوری جماعت میں فساد برپا ہو کر رہتا ہے اور سارے معاشرے کی بنیادیں ڈھے جاتی ہیں۔ اسی طرح قوانین موضوعہ کی نگاہ میں شراب نوشی جرم نہیں ہے اور نہ ہی اس سے پیدا شدہ بدمستی اور مدہوشی قابلِ مواخذہ ہے۔ البتہ نشے کی حالت میں اگر مخمور کسی سے گالم گلوچ یا ہاتھا پائی کر بیٹھے یا وہ شارعِ عام پر اس طرح جھومتا چلا جا رہا ہو کہ خمار اُس کی حرکات سے بالکل نمایاں ہو، تب کہیں جا کر قانون اُس پر ہاتھ ڈالے گا۔ گویا کہ قانونِ موجودہ کی رُو سے فی الحقیقت شراب خوری کا فعل قابلِ گرفت نہیں، بلکہ اصل قابلِ گرفت جرم فقط دوسروں کو ایک خاص شکل میں ایذا پہنچانا ہے۔ شراب کے دوسرے اخلاقی، مالی اور جسمانی نقصانات جو پینے والے کو اور اُس کے گردوپیش معاشرے کو پہنچتے ہیں، قانون کو اُن کی روک تھام کی قطعاً فکر نہیں ہے۔ لیکن شریعت مجرد شراب نوشی کو حرام قرار دیتی ہے خواہ اُس سے بدمستی پیدا ہو یا نہ ہو، کیونکہ شریعت اس معاملے کو امن یا بدامنی کے ایک محدود نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ اسے نہایت وسیع اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھتی ہے۔ اس کی نگاہ میں سب سے مقدم اخلاق کی حفاظت ہے۔ جب اخلاق کو بنیادی اور ہمہ گیر حیثیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ ان قوانین کا اصل سرچشمہ دین ہے اور دین ہر حالت میں محاسنِ اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ایک جماعتِ صالحہ کے قیام کو اپنا اولین ہدف قرار دیتا ہے۔ چونکہ دین میں تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے قوانینِ شریعت کا اخلاق سے رشتہ بھی

دائمی اور لاینفک ہے۔

مروجہ قوانین کی نگاہ میں اخلاق کو کچھ زیادہ اہمیت اس وجہ سے حاصل نہیں ہے کہ ان قوانین میں اگرچہ ایک آدھ قانون ایسا بھی نکل آتا ہے جس کا رابطہ دین سے قائم ہے، لیکن بحیثیت مجموعی ان قوانین کا دعویٰ و منشا یہی ہے کہ اُن کی اساس مخصوص دینی عقائد پر نہیں رکھی گئی بلکہ واقعات، رواجات اور عرفِ عام پر رکھی گئی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس طرح کے قوانین میں آئے دن ترمیم و اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے، بلکہ تغیر و تبدل اس طرح کے قوانین کی فطرت میں پیوست ہے۔ عوام، یا حکمرانوں یا سوسائٹی کے سربرآوردہ طبقوں کی عادات، ضروریات اور مصلحتیں جب بھی بدلتی ہیں، قوانین بھی ساتھ ساتھ بدل جاتے ہیں۔ اس طرح کے قوانین بنانے والے اپنے ذاتی احساسات، خواہشات اور بشری کمزوریوں سے بہر حال آزاد نہیں ہو سکتے، دوسری طرف وہ اپنے اعمال کو اخلاقی حدود و قیود کا پابند بھی نہیں کرنا چاہتے چنانچہ ان قوانین میں اخلاقی عنصر کی کارفرمائی روز بروز زائل ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان قوانین کے علمبردار فخریہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے قوانین لادینی ہیں، ان کا کسی دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس مرحلے پر قوانین میں اصل قاعدہ و اصول اخلاقی اباحیت اور بے قیدی قرار پاتا ہے' اور اخلاقی پابندیوں کے حامل قوانین استثناء اور شاذ کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ عہدِ حاضر کے بیشتر ضابطہ ہائے قانون اپنے اس نقطۂ عروج تک پہنچ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ، نیز وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ۔ قوانینِ شریعت کا مصدر اور مأخذ ذاتِ الٰہی ہے۔ اس کے بالمقابل قوانینِ موضوعہ کا سرچشمہ بہر حال انسان کا دماغ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شریعت کے قوانین کا احترام حاکم اور محکوم دونوں دل و جان سے کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر یقینِ محکم رکھتے ہیں کہ اگر اس قانون کے منشا کو پورا کیا گیا تو دنیا میں بھی سرخروئی حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی، اور اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی تو نہ صرف دنیا میں رسوائی ہوگی بلکہ آخرت میں بھی ایسے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے شدید تر کوئی عذاب نہیں ہو سکتا۔

قانون کی کامرانی اور قدروقیمت کا ایک بڑا معیار یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے اندر اس قانون کی اطاعت

کا جذبہ کس حد تک ہے۔ اس معیار پر بھی اگر جانچا جائے تو دنیا کا کوئی قانون شرعی قانون کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انسان کے بنائے ہوئے قانون کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نظامِ حکومت اور حکمران افراد کے بدل جانے سے اس طرح قانون بہت سے غیر ضروری تغیرات کا شکار ہوتا ہے اور اشخاص کی حرص و ہوا کا کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، لیکن قوانینِ شرعیہ اس طرح کی دست برد سے ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔ دنیا کے اکثر ممالک میں یہ طریقہ بالکل عام ہو گیا ہے کہ حزبِ مخالف جب حزبِ حکومت پر تنقید کرتی ہے تو اس کے بنائے ہوئے اور نافذ کیے ہوئے قوانین کو خاص طور پر اعتراض و ملامت کا نشانہ بناتی ہے اور مخالف پارٹی کے افراد ان کے مقابل میں نئے قوانین کا نقشہ پیش کر کے عوام کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم پہلے قوانین کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نئے اور بہتر قوانین رائج کریں گے۔ حزبِ مخالف کے ارکان ایسا رویہ اختیار کرنے میں اپنے آپ کو بالکل حق بجانب سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جن قوانین کی ہم مخالفت کر رہے ہیں اور جن کی تنسیخ کا ہم عزم رکھتے ہیں وہ بھی خطا وار انسانوں ہی کی ذہنی تراوش ہیں [illegible] سے اکثر ممالک میں قانون کی عظمت و سطوت مضمحل ہوتی چلی جا رہی ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ مستقبل قریب میں اس کی قدر و قیمت بالکل زائل ہو کر رہ جائے۔

جن قوانین کی بنا محض مصلحت اور منفعت پر رکھی جاتی ہے انہیں فرد اور جماعت کا دائمی احترام کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک افراد یا جماعتیں یہ محسوس کرتی ہیں کہ قوانین ان کے مصالح کا ساتھ دے رہے ہیں وہ قوانین کے سامنے سر جھکاتے ہیں لیکن ان قوانین کی زد جب ان کے مفاد پر پڑنے لگتی ہے تو ان کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا جاتا ہے۔ آج کل کے بیشتر قوانینِ عالم کا یہ حال ہے کہ ان کا رشتہ دین، عقائد، اخلاق اور فضائلِ انسانی سے منقطع ہو چکا ہے۔